سکونِ قلب و قربِ الٰہی کا حقیقی ذریعہ

مرشدِ کامل

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

ماخوز از خطبات عالیہ

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی اطال اللہ حیاتہٗ

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، ترنول شریف اسلام آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سکونِ قلب و قربِ الٰہی کا حقیقی ذریعہ

مرشدِ کامل

ماخوذ از خطبات عالیہ

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی اطال اللہ حیاتہٗ

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، ترنول شریف اسلام آباد

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: سکونِ قلب وقربِ الٰہی کا حقیقی ذریعہ مرشدِ کامل

از: ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی اطال اللہ حیاتہ

ترتیب وتخریج: صاحبزادہ عصمت اللہ قادری محمدی سیفی

کمپوزنگ: عبدالقادر

ناشر: شعبہ نشر واشاعت آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول۔ اسلام آباد

اشاعت اول: اگست 2015

تعداد: 1100

قیمت:

For More Books Click On
Ghulam Safdar
Muhammadi Saifi

فہرست

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
8	دلوں کا اطمینان ذکر اللہ میں ہے۔	1
9	بندہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل کر تباہ ہوتا ہے۔	2
10	تصفیہ قلب کے بغیر اطمینان قلب نہیں۔	3
11	شیخ کامل کی نسبت کے بغیر تزکیہ نفس نہیں ہوتا۔	4
13	حقیقی توبہ شیخ کامل کی نسبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔	5
15	نسبت شیخ کے بعد احکامات شیخ کی پابندی ضروری ہے۔	6
17	صحبت شیخ سے کامل عبادت ملتی ہے۔	7
19	نسبت شیخ کے بغیر محبت الٰہی پیدا نہیں ہوتی۔	8
20	پریشانی کا تعلق اسباب سے نہیں بلکہ دل کی کفیت سے ہے۔	9
22	نسبت شیخ گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔	10
23	جب اللہ تعالیٰ سے تعلق نصیب ہو تو عزت و مال پیچھے چلتے ہیں۔	11
24	برکت کثرت مال نہیں بلکہ رحمت الٰہی کا نام ہے۔	12
26	ہوس دنیا بندے کو تباہ کرتی ہے۔	13
28	نسبتِ شیخ اور رضائے الٰہی کا حصول	14

پیش لفظ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے لئے ولی کا لفظ والی، حقیقی کارساز، مددگار اور دوست کے مضمون کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ولی کیساتھ نصیر اور شفیع کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی نصیب فرماتا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اللہ مومنین اور متقین کا ولی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی سے محروم ظالم، مشرک بت پرست اور گمراہ لوگ ہیں۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ جس طرح شرک فی التوحید ظلم عظیم ہے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں کسی کو شریک ماننا ظلم عظیم ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں۔ اب تا قیامت آپ ﷺ ہی کی رسالت و نبوت قائم رہے گی اور دین اسلام قائم رہے گا۔ قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے، اسی کے احکام قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور قرآن پاک ذکر العالمین اور حضرت محمد ﷺ تمام جن وانس کی طرف رسول اور رحمتہ اللعالمین ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل تقویٰ کا ولی ہے اسی طرح سے مومن مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں دوسری طرف اہل کفر ایک دوسرے کے ولی ہیں، اہل کفر کو اولیاء الشیاطین اور اہل ایمان کو اولیاء اللہ قرار دیا گیا ہے اور خوشخبری سنائی گئی ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پارہ ۱۱ سورۃ یونس ایت ۶۲)

ترجمہ: "خبردار، بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔"

خوف آئندہ خطرے کا ہوا کرتا ہے غم گزشتہ نقصان کا، اللہ کے ولی دونوں پریشانیوں سے بچائے گئے ہوتے ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ان لوگوں نے موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق ہوتے ہیں۔ اپنی خواہش نفس کو اللہ کی رضا پر قربان کردیا ہوتا ہے۔ اللہ کی محبت میں وہ بڑے سچے ہوتے ہیں۔ جسکا ثبوت اتباع رسول ﷺ کی شکل پیش میں پیش کرتے ہیں۔ اہل ایمان کا ولی اللہ تعالی اور اسکا محبوب ﷺ اور اسکے فرشتے ہوتے ہیں۔ انہی مقدس نفوس میں وقت حاضر کی عظیم روحانی شخصیت حضور سلطان اولالیاء قدوته السالکین امام الو صلین، حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ہیں، جوکہ سلسلہ سیفیہ میں بمثل آفتاب ہیں۔ آپ کی پرکشش وروحانی ونورانی شخصیت عالم اسلام کے لئے باعثِ برکت ہے۔

آپ کی نگاہِ پُرنور سے ہزاروں لوگوں کو فیضانِ مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوا۔ آپ ایک سچے مومن کامل اور دین اسلام کا درد رکھنے والے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کا اتباعِ رسول ﷺ کا عملی نمونہ ہونا، اور آپ کے حلقہ احباب میں بیٹھنے والے لوگوں کا سر تاپا شریعت مصطفیٰ ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آپ پورا سال اپنے آستانہ عالیہ کے علاوہ اندرون ملک و بیرونِ ممالک میلادِ النبی ﷺ کی محافل کا انعقاد فرماتے ہوئے خود تشریف لے جاتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں کو نور سے منور کرتے ہیں۔ یہ آپ کی نگاہِ کرم کا فیضان ہے کہ درجنوں لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے جس میں عیسائی، بدھ مت، کیمونسٹ اور ہندومت کے لوگ کافی تعداد میں آپ کی نورانی شخصیت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرتے ہوئے اتباع رسول کا عملی نمونہ بن گئے۔ آپ محافل میں جاکر اپنے نورانی خطابات سے عوام الناس کی پیاس بجھاتے ہیں۔ تو فقیر نے یہ کوشش کی کہ ان خطابات کو تحریر میں لایا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے سرمایہ بن جائے

اور اس فیض سے ان کو بھی حصہ مل جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی حضور ڈاکٹر صاحب کو عمر خضر وصحت کاملہ عطا فرمائے اور اس طرح مخلوق خدا آپ کے فیض سے مستفید ہوتی رہے۔ اور میرے جیسے ہزاروں مردہ دلوں اور بے عمل لوگوں کو حیاتِ جاوداں نصیب ہوتی رہے۔

آمین

الفقیر

صاحبزادہ عصمت اللہ قادری محمدی سیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرم ہے رب ذوالجلال کی ذات پاک کا جس نے بنی نوعِ انسان کو اشرف "المخلوقات" بناتے ہوئے ہمیں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔اور محبوبِ کبریا ﷺ کے طفیل ہمیں سلامتی کا راستہ دینِ اسلام میسر آیا۔وہ راستہ کہ جس کی آغوش وضابطے میں رہتے ہوئے انسان کو معراجِ انسانیت نصیب ہوتی ہے۔ان ساری عنایات ہونے کے باوجود اگر اپنے گردونواح میں غور کیا جائے تو یہ ابنِ آدم دنیا کی رنگینوں میں سرگرداں سکون کی تلاش میں ہے۔یہ نہیں کہ یہ دنیاوی آسائشوں سے محروم ہے۔بلکہ دنیا کی ہر نعمت ہونے کے باوجود ہر بندہ پریشان ہے۔سوچنے کی بات ہے دولت، مکان، گاڑی الغرض دنیاوی جاہ وحشمت وافر مقدار میں ہونے کے باوجود آخر یہ پریشان کیوں ہے؟اس کے لئے ہمیں پریشانی کی بنیادی وجہ کو دیکھنا ہوگا کہ آخر بندہ پریشان کب ہوتا ہے؟ کس چیز کی کمی اسے ہر نعمت ہونے کے باوجود پریشان رکھتی ہے؟کسی بھی چیز کو لے لیں اگر وہ صحیح طور پر کام نہ کرے تو وہ خود بھی پریشان ہوتی ہے اور اس کا مالک بھی پریشان ہوتا ہے۔مثلاً گھڑی کو لے لیں اگر کوئی بندہ گھڑی خریدتا ہے اور وہ صحیح ٹائم نہ دے تو اس کا مالک پریشان ہوتا ہے اور اگر گھڑی بولتی ہوتو وہ بھی پریشان ہوتی۔ ہمارا جسم بھی اسی طرح ہے جس طرح درد ایک تکلیف ہے،اسی طرح پریشانی بھی ایک تکلیف ہے حقیقت میں درد اس تکلیف کا اظہار ہے جو بندے کے وجود میں ہو رہا ہوتا ہے۔اسی طرح پریشانی جو بندے کو بے سکون کرتی ہے یہ بھی کسی چیز کی علامت ہوتی ہے۔اگر ہم سارے جسم پر غور کریں تو جو چیز جسم کے کسی عضو کیلیے موافق نہ ہو وہ اس میں جمع کر دو یا اس سے نکال دو تو جسم کا وہ عضو تکلیف میں ہوتا ہے۔اب جسم میں معدہ ہے اگر اس میں خوراک کی بجائے ہوا بھر دی

جائے تو کیا معدہ سکون میں ہوگا؟ کیونکہ معدہ ہوا کے لئے نہیں بلکہ خوراک کیلئے بنا ہے۔اسی طرح اگر اس میں پانی یا دودھ جو میٹھی چیز ہے اور صحت کے لئے مفید ہے اگر یہ ضرورت سے زیادہ بھر دیا جائے تو کیا سکون ہوگا؟ جسم کا کوئی بھی عضو لے لیں پاؤں، ہڈی، پٹھے جس چیز کے لئے یہ نہیں بنے اگر ان میں وہی ڈال دی جائے یا کم کر دی جائے تو یہ بے سکون ہو جاتے ہیں۔تو اسی طرح دل بھی اس وقت بے سکون اور بے قرار ہوتا ہے جب اس میں سے وہ چیز نکال دی جائے جس کے لئے یہ بنا ہے اور وہ ڈالی جائے جس کے لئے یہ نہیں بنا، دل اس وقت تک اطمینان میں نہیں آتا جب تک اس میں وہ چیز نہ ڈالی جائے جس کے لئے یہ بنا ہے۔وہ چیز کیا ہے جو دلوں کو پریشانی سے نکال کر اطمینان میں لے آتی ہے؟

1۔ دلوں کا اطمینان ذکر اللہ میں ہے:

اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے!

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (پارہ13 سورۃ الرعد آیت نمبر 28)

ترجمہ: "خبردار! دلوں کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے۔"

جب دلوں کا سکون ذکرِ الٰہی میں ہے تو اگر ہم اس دل میں ذکر کی بجائے دنیا کا خیال اور دنیا کی محبت ڈالیں گے تو وہ اس کے لئے زہر قاتل ہے۔اسے بے سکون اور پریشان کر دیتی ہے۔آج اگر ہم اپنے اندر غور کریں تو ہر بندے کی یہ تمنا ہے کہ مجھے فلاں چیز مل جائے میں یہ بھی حاصل کرلوں وہ بھی حاصل کرلوں۔ہر وقت ہمارا دل نفسانی خواہشات سے بھرا ہوا ہے۔جس چیز کے لئے یہ دل بنا ہی نہیں تو اس میں اگر وہی چیز ڈالیں گے تو یہ پریشان ہی ہوگا؟ اللہ رب العزت نے اس دل کو جس مقصد کے لئے تخلیق فرمایا اس میں وہی ڈالا جائے تو پھر یہ اطمینان پکڑتا ہے۔جب دل میں سکون ہوگا تو دنیا کی اگر نعمتیں بندے کے پاس نہ بھی ہوں تو بندہ سکون میں ہوگا۔مگر ہم اس حقیقت سے منحرف ہوتے ہوئے جب اپنی طبعیت کی پیروی کرتے ہیں تو پھر پریشانی ہمارا مقدر بن جاتی ہے۔دنیا کی ہر

نعمت ہونے کے باوجود ہمیں دولتِ سکون سے محروم کر دیتی ہے۔ بندہ جب اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے تو ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ نفسانی خواہشات ہی ہیں جو بندے کو قربِ خدا سے محروم کر دیتی ہیں۔ اور اس کے اندر حرص و ہوس کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو اسکو دنیا کی رنگینیوں میں مگن کر دیتی ہیں۔ اور بندہ خدا سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور تباہی کی دلدل میں اترتا چلا جاتا ہے۔

2۔ بندہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل کر تباہ ہوتا ہے:

ہر بندے کے اندر اپنی طبعیت کے مطابق اپنی خواہشات کی طمع ہوتی ہے۔ دنیا کی چھوٹی سی چھوٹی چیز سے لیکر بڑی سے بڑی چیز تک، یہ ہوس ہی کی مرض ہے جو کبھی بھی بندے کی حسرت کو ختم نہیں ہونے دیتی۔ کھانے کو لے لیں جو چیز بندے کے سامنے آجائے اس کی ہوس ہوتی ہے کہ ساری میں ہی کھا جاؤں اگر ملک شیک مل جائے تو بندہ کہتا ہے سارا میں ہی پی جاؤں۔ چار پانچ گلاس پی لیتا ہے اتنا پی لیتا ہے کہ سیدھا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی لیٹ سکتا ہے تکلیف ہو رہی ہوتی ہے۔ لیکن حسرت پھر بھی ہوتی ہے کہ کاش ایک آدھ گلاس اور پی سکتا تکلیف میں ہو کر بھی ہوس ختم نہیں ہو تی۔ اسی طرح دنیا کی ہوس میں بندہ کہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں ہی اکٹھی کر لوں ہر چیز کے لئے اس کے دل میں طمع ہوتی ہے۔ کوئی چیز لینے کی اوقات نہ بھی ہو، تو اس کی طمع پھر بھی بندے کے دل میں ہو تی ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ دنیا کی ساری دولت اور تمام سہولیات میرے ہاتھ لگ جائیں اگر خدانخواستہ ساری چیزیں آبھی جائیں تو ہوس پھر بھی ختم نہیں ہوتی، دل پھر بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری کی ہوس کرے گا۔" (قوت القلوب)

مگر افسوس کہ اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ یہ اپنی زندگی کو خود تباہ کر رہا ہے۔ کاش کہ اسے خبر لگ جائے یہ بنا کس مقصد کے لئے ہے۔ مگر یہ بھی اس وقت تک نہیں لگتی جب تک اس کے اندر سے یہ دنیا

کی ہوس کا نشہ ختم نہیں ہوتا۔اور اس مضر مواد کو نکالنے کے لئے بھی کوئی رہبر رہنما چاہیے جو اس کے اندر سے اس مواد کو اپنی توجہ سے نکال کر اس کے دل کے اندر ذکر کا نور ڈال دے۔تا کہ دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہو اور اسے حرص و ہوس جیسی بیماری سے نجات ملے۔جب کسی شیخ کامل کی نگاہ بندے کے دل پر پڑتی ہے تو اسے تصفیہ قلب نصیب ہوتا ہے۔دل غفلت اور پلیدگی سے پاک ہو کر اطمینان والا بنتا ہے۔جب تک دل کا تصفیہ نہ ہو اس وقت تک سکون کی دولت میسر نہیں ہوتی۔

3۔ تصفیہ قلب کے بغیر اطمینانِ قلب نہیں:

جب تک دل سے غفلت اور نافرمانی کو نہ نکالا جائے اس وقت تک دنیاوی آلائشوں میں مست رہتا ہے۔اس کے اندر کینہ،بغض،حرص و ہوس جیسے خصائل رذیلہ جنم لیتے رہتے ہیں۔جس کی وجہ سے دل کے اندر سقاوت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے۔جو بندے کو اپنے مالک سے دور کرتے ہوئے تباہ کر دیتی ہے۔آج ہر بندہ اپنی طبعیت مطابق تصفیہ قلب کی بات کرتا ہے۔اس کے لئے وظائف،نمازیں اور تلاوتیں بڑی کثرت سے کی جاتیں ہیں۔لیکن یہ ساری جدو جہد اس طرح ہے جیسے برتن کو دھوئے بغیر یا معدہ کی حالت ٹھیک کیئے بغیر بندہ دس گلاس ملک شیک یا دودھ کے پی لے تو یہ اسے فائدے کے بجائے نقصان دیتا ہے۔اور بندے کو مضطرب کر دیتا ہے حالانکہ دودھ تو بڑی طاقت والی چیز ہے۔مگر اب یہ طاقت کی بجائے زہر بن جاتی ہے کیونکہ معدہ جس کام کے لئے بنا ہے وہ صحیح طریقے سے کام نہیں کر رہا۔معدہ میں پہلے سے ہی کوئی مضر چیز پڑی ہو تو اگر اس میں اوپر سے کوئی اچھی چیز بھی ڈالیں تو وہ اسے بھی برباد کر دیتی ہے۔کیونکہ معدہ کے اندر پہلے سے سوجن بنی ہوتی ہے اوپر سے بندہ اگر دودھ بھی پی لے تو وہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔اور بندے کو گندے ڈکار یا ہیضہ جیسی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

اسی طرح جب بندے کے دل میں غیر کی محبت ہو،دل کا قبلہ درست نہ ہو،دل دنیا کی ہوس

میں مست ہو اور بندہ نمازیں بھی پڑھ رہا ہو اور ذکر بھی کر رہا ہو تو یہ اس طرح ہے جیسے بندہ برتن دھوئے بغیر اس میں دودھ ڈالے تو وہ فائدہ کے بجائے الٹا نقصان دیتا ہے۔ اور خراب ہو جاتا ہے۔ ان عبادات کا بندے کو پوری طرح فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب دل میں اخلاص کی دولت ہو پھر اس کے لئے ایک بار ہی "اللہ" کہنا نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ مگر یہ اخلاص بھی ایسے پیدا نہیں ہوتا جب تک شیخ کامل کی صحبت نصیب نہ ہو جب بندے کے دل پر کسی کامل کی نگاہِ عنائیت پڑتی ہے تو اسے تصفیہ قلب نصیب ہوتا ہے۔ جس سے دل سکون میں آجاتا ہے۔ آج عبادت وتسبیحات کا اثر ہمارے اوپر اس لئے نہیں ہوتا کہ ہمارے اندر گند ہے اور حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے(" گند کے ساتھ صاف چیز نہیں رہ سکتی اور گناہ کے ساتھ ذکر کا نور نہیں رہ سکتا۔ ")(احیاء العلوم)

جب شیخ کامل کی نگاہ نصیب ہوتی ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی توجہ سے دل کا تزکیہ کرتا ہے پھر اس کے اندر اللہ تعالی کے ذکر کا نور ڈالتا ہے۔ پھر جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو یہ نماز معراج بنتی ہے اور انسان کو سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اسی میں انسان کی کامیابی ہے اور یہ طریقہ اللہ پاک نے ہمیں حضور ﷺ کے صدقے سکھایا۔ ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ہ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (آیت نمبر 15 پارہ 30 سورت الاعلی)

ترجمہ: " تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔"

مگر یاد رہے کہ تزکیہ نفس خود سے یا عبادات سے نہیں ہوتا اس کے لئے کسی کامل کی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اندر سے گندہ مواد نکال کر ذکر کا نور بھر دے تا کہ بندے کا قلب، قلب مطمئنہ بن جائے۔

4۔ شیخ کامل کی نسبت کے بغیر تزکیہ نفس نہیں ہوتا:

جس طرح دودھ برتن میں ڈالنے سے پہلے برتن کو دھونا ضروری ہے اسی طرح عبادت سے پہلے تزکیہ نفس ضروری ہے تا کہ بندے کو عبادات کو نور نصیب ہو۔ کیونکہ عبادات کا نور چلوں یا مجاہدوں

سے نہیں بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے تزکیہ نفس کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اگر بندہ ساری زندگی خود سے مجاہدے کرتا رہے اور کہے کے مجھے تزکیہ نفس نصیب ہوجائے گا تو ناممکن ہے۔اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی بندے کے پٹھے وغیرہ میں پھوڑا بن جائے اور وہ اس کا علاج نہ کرائے۔ اگر یہ خود سے پھٹ کر بھی مضر مواد نکل جائے تو اسے سکون تو ملتا ہے مگر وہ سکون فقط وقتی ہوتا ہے اس سے گندہ مواد رستا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ کی جگہ بھی گل جاتی ہے وقتی درد تو ختم ہو جاتا ہے مگر وہ گند پھر بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ پھر بھی مصیبت میں پڑا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم خود سے توبہ بھی کر لیں تو جس طرح پھوڑے سے مواد نکل جانے کے باوجود رستا رہتا ہے اسی طرح ہماری عبادات کے ساتھ ساتھ وہ اندر کا گند ویسا کا ویسا رہتا ہے۔ جب بندے کو صحیح معالج مل جائے اور وہ اوپر سے کاٹ کر اچھے طریقے سے گندا مواد نکال کر اوپر سے سی دے تو نہ گندہ مواد رستا ہے اور نہ تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے گند اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔

اسی طرح یہ ہمارے دل کا گندہ مواد جو غیر کی محبت کی صورت میں ہمارے اندر موجود ہے اگر کسی کامل کی نسبت میسر آجائے تو وہ اس کے دل کے اس مواد کو نکال دیتا ہے۔ اور اس کے اندر ذکر کا نور ڈال کر اسے قرب الہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ اگر کسی صحیح معالج سے علاج نہ کرایا جائے تو پھوڑا بار بار بھر کر پھٹتا رہتا ہے۔ اور بندے کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی آج اس پھوڑے کی طرح بنے ہوئے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو روتے ہیں، توبہ توبہ کرتے ہیں نمازیں، نوافل اور صدقات وخیرات کرتے ہیں دعائیں کراتے ہیں کہ یا اللہ مر گئے مصیبت آگئی مگر جب کام ہو جاتا ہے تو اسی طرح دنیا کی مستیوں میں مست ہو کر غفلت کی چادر اوڑھ کر سو جاتے ہیں۔ پھر غفلت اور نافرمانی کی وجہ سے تھوڑی چوٹ لگے گی تو پھر توبہ کریں گے، روئیں گے دعائیں بھی کرائیں گے۔ بندے کی کیا زندگی بن گئی ہے

اس لئے اقبال نے کہا۔

توبہ کی پھر توڑ دی ، توبہ کی پھر توڑ دی
تیری توبہ کرنے سے بھی میری توبہ

توبہ بھی خود کرنے سے نہیں ہوتی اگر بندہ توبہ کر بھی لے تو یہ وقتی ہوتی ہے۔ چند لمحوں کے بعد بندہ پھر ویسا ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی کوئی ایسا چاہیے جو نہ صرف توبہ کرائے بلکہ توبہ کا بیج بندے کے دل میں لگادے تاکہ یہ توبہ ہر وقت اس کے ساتھ رہے اور وہ شیخ کامل کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

5۔ حقیقی توبہ شیخِ کامل کی نسبت کے بغیر نہیں ہوتی:

جس طرح تزکیہ نفس کسی شیخ کامل کی نسبت کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح حقیقی توبہ بھی شیخ کامل کی صحبت اور نسبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔ حقیقی توبہ یہ نہیں کہ بندہ توبہ کرے اور پھر چند لمحوں کے بعد پھر وہی کام کرے جس سے توبہ کی ہو۔ بلکہ توبہ تو یہ ہے کہ جس کام سے توبہ کر لے تو پھر کٹ جائے لیکن اس کی طرف نہ جائے۔ جیسے عاشق رسول ﷺ حضرتِ بلال ؓ نے جب کفر و شرک سے توبہ کی تو پھر مصیبتوں کے پہاڑ آئے لیکن آپ ؓ اس کے سامنے صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹے رہے۔ اس کو حقیقی توبہ کہتے ہیں لیکن ایسی توبہ زبان کے اقرار سے نہیں ہوتی اللہ پاک نے نظام دیا توبہ کرانے کے لئے اپنا محبوب ﷺ دیا پھر احکام بھیجے۔

قرآن پاک میں ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پارہ ۵ سورۃ النساء ایت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تو جن لوگوں نے آپ ﷺ کے دست اقدس پر توبہ کی تو پھر اس پر ڈٹ گئے۔ اس میں ان لوگوں کا کمال نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کی نسبت کا کمال تھا۔ اللہ کے پیارے محبوب ﷺ نے توبہ کرائی نہیں بلکہ توبہ کا بیج ان کے دلوں میں لگا دیا پھر وہ کٹ تو گئے لیکن اپنی توبہ پر پہاڑ کی طرح مستقیم رہے۔ یہ وہ توبہ کی حقیقی روح ہے جو نسبتِ کاملہ سے نصیب ہوتی ہے۔ کسی فقیر کے پاس جانے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ بندے کے دل سے گند دور کرتے ہوئے اس کو سچی توبہ کرائے تاکہ بندے سے برائی دور ہو۔ بلکہ ایسی توبہ کرائے جو بندے کے اندر غفلت اور نافرمانی اس کو دور کرتے ہوئے توبہ کا بیج اس کے دل میں لگا دے تاکہ توبہ ہر وقت بندے کے ساتھ رہے۔

جیسا کہ قوت القلوب میں درج ہے۔

بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی صحبت میں بیٹھو تو وہ اپنی صفت اس بندے کے دل میں ڈال دیتے ہیں (قوت القلوب)

تو بندہ توبہ کرنے میں اولیاء اللہ کی مثل ہو جاتا ہے۔ اللہ کا دوست اس لئے نہیں ہوتا کہ گندگی مانگنے (یعنی دنیا کے مسائل لیکر) اس کے پاس چلا جائے۔ تاکہ یہ غفلت اور نافرمانی کا گند اور زیادہ بھر جائے۔ جب بندے کے اندر یہ گندہ پن آجاتا ہے تو نعمت کھانے کو دل نہیں کرتا۔ پیٹ میں اگر گندہ مواد ہو تو دودھ پینے کو اور گوشت کھانے کو بھی دل نہیں کرتا اور نہ ہی پھل اچھے لگتے ہیں۔ اسی طرح دل میں اگر غیر کی محبت ہو تو غفلت اور نافرمانی کی بیماری دل کو لگی ہو تو نہ خدا کو یاد کرنا اچھا لگتا ہے اور نہ تلاوت اور نماز اچھی لگتی ہے۔ نہ حرام کو چھوڑنا اچھا لگتا ہے اور نہ حلال کھانا اچھا لگتا ہے۔ جب معدہ کی مضر چیز ختم ہو جائے اور اسے صاف کر دیا جائے جراثیم ختم ہو جائیں تو جس چیز کو پہلے کھانے کو دل نہیں کرتا تھا اب اسی چیز کو بندہ زیادہ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اور بندے کو کھانے میں لذت آتی ہے۔ مرشدِ کامل بھی اسی طرح کرتا ہے بندہ جب نسبت میں آتا ہے تو سب سے پہلے اسے ذکر دیتا

ہے۔تو آہستہ آہستہ انسان کے دل میں اللہ کے ذکر کی وجہ سے طاقت آتی ہے اور بندہ سچی توبہ کرتے ہوئے سکون میں آجاتا ہے۔ پھر وہی عبادات جس کے کرنے کو دل نہیں کرتا تھا اب ان کے کرنے میں اسے لذت محسوس ہوتی ہے۔ پھر حرام سے خود بخود نفرت ہو جاتی ہے اور بندہ حقیقی توبہ میں آجاتا ہے۔ بندے کے ساتھ اس کا مالک ہوتا ہے بندہ سارے غموں اور پریشانیوں سے بری ہو کر ماسوی اللہ لاخوف ہو جاتا ہے۔اس کی عظمت کو اللہ تعالی اس طرح بیان فرماتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پارہ ۱۱سورۃ یونس ایت ۶۲)

ترجمہ: خبردار میرے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی نہ ہی کوئی غم ہے

مگر اس مرتبہ کے لئے بندے کو کامل شیخ کی نسبت سے حقیقی توبہ نصیب ہو جائے تو پھر احکاماتِ مرشد کی پابندی ضروری ہے کیونکہ جب بندہ شیخ کامل کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے تو مرشد جو توبہ کا بیج یعنی ذکر کا نور بندہ کے دل میں ڈالتا ہے اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب بندہ احکاماتِ شیخ کامل کی مکمل پابندی کرتا ہے۔نہیں تو یہ نور باقی نہیں رہتا اور نہ ہی توبہ کا حقیقی نور نصیب ہوتا ہے۔

6۔ نسبتِ شیخ کے بعد احکاماتِ شیخ کی پابندی ضروری ہے:

اگر بندے کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے اس کے علاج کے لئے ڈاکٹر کی بات ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح جب بندے کے دل کو غفلت و نافرمانی کی بیماری لگ جائے اور اس میں سقاوت آجائے تو اس کے علاج کے لئے روحانی طبیب یعنی شیخ کامل کی بات ماننا ضروری ہے۔اگر بندہ نسبت کے بعد اسی طرح اپنی طبعیت کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کے اندر کی غلاظت اسی طرح رہتی ہے۔اس کے باطن کا علاج نہ ہونے کیوجہ سے وہ ذکر کے فیضان سے محروم رہتا ہے۔خصوصاً سالک کی بھلائی اور ترقی اسی میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے حوالے کرنے کے بعد اپنی مرضی چھوڑ کر مرشد کی مرضی کے مطابق عمل کرے۔ جس چیز سے مرشد روکے رک جائے اگرچہ وہ کوئی نفلی عبادت ہی کیوں نہ ہو،

اور جس کے کرنے کا حکم دے اس کی پابندی کرے تب اسے نسبت کا حقیقی مقصد نصیب ہوگا۔اسی میں سالک کی بقا ہے۔مولانا روم اس بات کو ایک مثال دے کر سالکین کو اسطرح سمجھاتے ہیں،آپ فرماتے ہیں کہ تین مچھلیاں تھیں،جن میں ایک دانا مچھلی تھی اس نے دوسری مچھلیوں سے کہا کہ موسم بدل گیا ہے اور شکاری آنے والے ہیں۔آؤ کہیں گہرے پانیوں میں چلیں،ان میں سے ایک نے کہا کہ بات تو تیری ٹھیک ہے لیکن یہ کام مشکل ہے،اور ایک نے سرے سے بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔اب اس دانا مچھلی نے اس سے کہا جو بات تو مان رہی تھی مگر ساتھ جانے کو تیار نہ تھی،کہ تو میری بات تو مان رہی ہے چلو میں تجھے ایک گر بتا دیتی ہوں۔جب شکاری آئیں اور تجھے پکڑیں تو،تو اپنا سانس بند کر لینا وہ مردہ سمجھ کر تجھے چھوڑ دیں گے۔تو جب شکاری آئے اور مچھلیوں کو پکڑا تو ایک کو دانا مچھلی کی نصیحت یاد آئی اس نے سانس بند کر لیا شکاریوں نے اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور جس نے بات کا سرے سے انکار کیا تھا اس کو کھا پی گئے۔جسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا وہ چلتی ہوئی دانا مچھلی کے پاس گئی اور اس سے کہا اگر میں تیری بات نہ مانتی تو مر گئی ہوتی۔مولانا روم فرماتے ہیں کہ دانا وہ لوگ ہیں جو تقویٰ اور احکامات خدا پر عمل کرنے والے ہیں۔اور وہ صوفیا اور اولیا ہیں،اور دوسرے وہ ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تھوڑی سی مان لیتے ہیں تو جان انکی بھی بچ جاتی ہے۔اور تیسرے وہ بے ادب لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کسی کے پاس مت جاؤ،ہر کسی کا اللہ ہے۔کسی کو ماننے کی ضرورت نہیں، وہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔مولانا روم کی اس حکایت سے پتہ چلتا ہے کہ جو ماننے والے ہیں ان پر رحمتِ خدا ہوتی ہے۔جو اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اپنی طبیعت کو مرشد کی طبیعت میں ڈھال دیتا ہے تو وہ ایک نہ ایک دن منزل پر ضرور پہنچ جاتا ہے۔جو نسبت کے بعد اپنی طبیعت کے پیچھے چلتا ہے تو وہ رسمی طور پر تو مرید ہوتا ہے لیکن وہ نسبت کے حقیقی فیض سے محروم رہتا ہے۔بقا اسی کی ہے جو ماننے والا ہو۔مولانا روم فرماتے ہیں،کہ جو ماننے والا ہوتا ہے اور پیچھے چل پڑتا ہے وہ خود ایک دن اتنا دانا ہو

جاتا ہے کہ دوسروں کو بھی بچانے والا بن جاتا ہے۔صوفیا کا یہی طریق رہا ہے کہ جوان کی نسبت میں آ کر اپنی طبیعت سے نکل کر شیخ کے پیچھے چلتا ہے تو ایک دن ایسا آتا ہے جب اس کی تربیت کے مراحل مکمل ہو جاتے ہیں تو وہ دوسروں کی تربیت کرنے والا بن جاتا ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ سالک اپنی مرضی چھوڑ کر مرشد کی مرضی پر چلے۔حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں، سالک مردہ کی مثل ہوتا ہے اور مرشد غسال کی مثل ہوتا ہے،۔مردے نے کبھی غسال کو نہیں کہا کہ مجھے اس طرح غسل دے۔ٹھنڈے یا گرم پانی کا کبھی تقاضا نہیں کیا۔غسال کی مرضی ہے کہ وہ سختی سے ہاتھ لگائے یا پیار سے۔مردہ چپ کر کے پڑا رہتا ہے غسال جب اس کی گندگی صاف کر کے نہلا دھلا کر سفید لباس (کفن) پہنا کر جب عوام کے سامنے لاتا ہے تو پھر سارے لائن میں لگ کر اس کی زیارت کرتے ہیں۔(عین الفقر صفحہ ۲۳۴)

سالک بھی جب اپنی مرضی چھوڑتا ہے تو مرشد اس کے ظاہر اور باطن کی گندگی کو اپنی توجہ سے صاف کر کے اس کو اس منزل پر لے آتا ہے کہ لوگ اس کو دیکھ کر ہدایت پاتے ہیں۔پھر وہ دوسروں کو پاک کرنے والا بن جاتا ہے،۔اور جو اپنی طبیعت کے پیچھے چلتا ہے وہ خود اپنے آپ کو تباہ کرتا ہے۔نسبت میں رہ کر بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔پھر اس کی عبادات اپنے نفس اور دکھاوے کیلئے ہوتی ہیں۔

عبادات کامل کب ہوتی ہیں؟

7۔ صحبتِ شیخ سے کامل عبادت ملتی ہے:

جس طرح نگاہِ شیخ کامل دلوں کا تزکیہ کرتی ہے اسی طرح صحبت شیخ بندے کی عبادت کو کامل کرتی ہے۔دیکھنے کی بات یہ ہے کہ عبادت کامل کیا ہے؟ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا، حدیثِ جبرائیل میں ہے کہ

ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک۔ (بخاری، کتاب الایمان)

تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ جان لے

کہ یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ کامل عبادت یہ ہے کہ بندہ اس کے سامنے جب حاضر ہو تو اس ڈر کے ساتھ حاضر ہو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو ڈر ضرور ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ دونوں حالتیں اس وقت تک پیدا نہیں ہوتیں، جب تک اس کے دل کا تصفیہ وتزکیہ نفس نہ ہو، اور اس کیلئے نسبت وصحبت شیخ ضروری ہے۔ حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب سرالاسرار میں فرماتے ہیں، **مالم یعرفه کیف یعبدوه** (سرالاسرار)

جس خدا کو تو پہچانتا ہی نہیں اس خدا کی عبادت کیسے کرتا ہے۔

اللہ کی پہچان کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے جب تصفیہ قلب نصیب ہوتا ہے تو پھر انسان کو اس مالک کے سامنے اپنی ذات چھوٹی اور حقیر نظر آتی ہے۔ بندے کو مالک کی حقیقی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین ہوتا ہے ہر لمحہ وہ مالک کی خوشنودی اور رضا کی تلاش میں گزارتا ہے۔ بندے کو اپنے رب کی پہچان آجائے تو وہ کام نہیں کرتا جس سے رب نے روکا ہوتا ہے۔ پھر بندے کا ہاتھ اس طرف نہیں جاتا جس سے مالک نے روکا ہے بس بات صرف اتنی سی ہے کہ بندے کے دل میں مالک کی پہچان آجائے پھر ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔ جب صحبت مرشد میسر آتی ہے تو مرشد کی توجہ سے بندے کے دل سے غفلت کے پردے اترتے ہیں،۔ دل میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے۔ جب دل میں اللہ کے ذکر کا نور آجاتا ہے تو بندہ غفلت اور شیطانی وسوسوں سے بچ جاتا ہے اور بندے کے اندر اخلاص کی دولت پیدا ہوتی ہے جو عبادت کے کامل ہونے کا اہم جز ہے۔ جب تک صحبت مرشد سے تزکیہ کے ذریعے باطن کی صفائی نہ ہو اس وقت تک عبادت کی روح نصیب نہیں ہوتی، عبادات بے اثر اور بے نور ہوتی ہیں۔ اس لئے کامل عبادت کیلئے صحبت شیخ ضروری ہے تاکہ بندے کو عبادات کا نور نصیب ہو اور دل میں اخلاص ومحبت پیدا ہو۔ کیونکہ محبت اور اخلاص یہ عبادات کی روح ہے۔ ان کے بغیر عبادات نامکمل ہیں مگر انسان کے عمل میں محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

8۔ نسبتِ شیخ کے بغیر محبتِ الٰہی پیدا نہیں ہوتی:

جس طرح صحبت شیخ کے بغیر عبادات کامل نہیں ہوتی اسی طرح نسبت شیخ کے بغیر محبت الٰہی بندے کے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ کی محبت پاک ہے اور ہمیشہ پاک دل کے اندر آتی ہے، دلوں کی پاکیزگی توجہ شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا میرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

جب نسبت شیخ کامل نصیب ہوتی ہے اور شیخ سالک کے دل پر توجہ فرماتا ہے تو اس سے سالک کے دل سے غفلت اور نافرمانی کے جتنے پردے ہوتے ہیں، وہ اترنا شروع ہوتے ہیں۔ پھر مرشد کامل سالک کے دل پر توجہ کے ساتھ اس کے اندر ذکر کا نور ڈالتا ہے جس کو حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں،

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو

تو جب یہ بوٹی ذکر اللہ والی سالک کے دل میں لگتی ہے تو اس کے اندر ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے، جس سے دل پاک ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا،

لکل شی ء مصقلة و مصقلة القلب ذکر اللہ (مشکوۃ، کتاب الاذکار)

ہر چیز کو صاف کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی آلہ ہے اور دلوں کو صاف کرنے کا آلہ اللہ کا ذکر ہے۔ مگر سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ذکر تو سارے کرتے ہیں کیا دلوں کی صفائی ہوگئی ہے؟ اصل میں ذکر سر مارنے یا تسبیح پھیرنے کا نام نہیں، ذکر وہ ہے جو دل میں خود ہو اور اس میں نور پیدا کر کے اسے پاک کر دے۔ لیکن یہ خود سے نہیں ہوتا اس کے لئے ایسا شیخ چاہیے جو توجہ سے یہ ذکر دل میں ڈال دے پھر ذکر کرنا نہیں پڑتا بلکہ ذکر خود ہوتا ہے۔ اسی طرح نسبت شیخ بندے کے دل کو پاک کر دیتی ہے جب دل پاک ہو جائے تو پھر اس میں محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جو اخلاص کا سبب بنتی ہے اور پھر اخلاص عمل

کو کامل کرتا ہے۔ جب عمل میں اخلاص کی دولت آ جائے تو ہر عمل اس کا سکون و راحت بنتا ہے پھر پریشانی نہیں بلکہ سکون ہی سکون ہوتا ہے۔ کیونکہ پریشانی کا تعلق اسباب سے نہیں ہے۔ اگر پریشانی کا تعلق اسباب سے نہیں ہے تو پھر کس چیز سے ہے؟

9۔ پریشانی کا تعلق اسباب سے نہیں بلکہ دل کی کیفیت سے ہے:

آج ہر بندہ دنیا اکٹھی کرنے کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے بندہ سمجھتا ہے کہ شاید دنیا اکٹھی کر لینے سے انسان کو سکون مل جاتا ہے۔ اگر اسباب سے ہی چیزیں ہوتیں تو بالاکوٹ زلزلہ کے بعد پرسکون انداز میں آباد ہو جاتا۔ اگر مال اور اسباب کی بات کی جائے تو مال اتنا اکٹھا ہوا تھا کہ اسلام آباد جیسے چار شہر آباد بن سکتے تھے۔ مگر ایک بالاکوٹ نہیں بن سکا۔ مقابلتاً جب ہجرتِ مدینہ ہوتی ہے، نہ ان کے پاس مال تھا نہ وسائل، مگر اس وقت ہر بندہ اپنے گھر کی طرح رہ رہا تھا۔ اس وقت مال و اسباب نہ ہونے کے باوجود لوگ پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ کیا اس وقت کوئی پریشان تھا مال و اسباب نہ ہونے کیوجہ سے؟ حقیقت میں اگر غور کیا جائے تو پریشانی یا تکلیف مال و اسباب کی کمی نہیں بلکہ اندر کی کیفیت کا نام ہے۔ آج فی زمانہ دیکھا جائے تو مسلمانوں کے پاس مال و اسباب کی کمی نہیں ہر چیز وافر مقدار میں ہے۔ لیکن ریڑھی والے سے لیکر ملک کے صدر تک ہر بندہ قلبی سکون سے محروم ہے۔ ان لوگوں کو دیکھیں جن کے پاس کھانے کو آدھی روٹی اور پہننے کو پورے کپڑے نہیں تھے، مگر ان کے اندر سکون کتنا تھا؟ انکے سکون کی وجہ مال و اسباب نہیں بلکہ وہ لوگ اندر سے تندرست تھے ان کے اندر نور کی طاقت اور اس کی لذت موجود تھی۔ ان کے اندر نور سے بھرے ہوئے تھے، وہ لوگ نور کی لذت میں مال و اسباب نہ ہونے کے باوجود پرسکون تھے۔ آج مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہیں؟ اس کی وجہ وہ اندر کا نور ہے۔ جس کی محرومی کے باعث آج وافر مقدار میں مال و دولت ہونے کے باوجود سکون نہیں۔ ہر بندہ پریشان ہے۔ ہمارے اندر وہ ایمان کا ذرہ پورا نہیں۔ ہم نے صرف کلمہ پڑھ کر رسم

پوری کی ہے، ہم فطری اور روایتی مسلمان ہیں اس لئے مسلمانیت کی حقیقت اور اسلام کی روح سے محروم، ذلت و رسوائی کا شکار ہیں۔ وہ ایمان کی روح کیا ہے؟ وہ ذکر و تسبیح و سجدہ سجود کا نام نہیں بلکہ ایمان کا نور وہ اندر کا نور ہے جو انسان کے باطن کو تزکیہ نفس عطاء کرتے ہوئے قربِ خدا دیتا ہے۔ جب بندے کا تعلق مسبب الاسباب سے بن جائے تو پھر اسباب سے بھروسہ اٹھ جاتا ہے اور بندہ تسلیم و رضا کا پیکر بن کر ہر حال میں مالک کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے رضا کی سند عطاء کی جاتی ہے جیسے کہ ان لوگوں کو عطاء ہوئی۔ قرآن پاک میں ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (پارہ ۳۰ سورۃ البینہ ایت ۸)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ ان سے راضی۔

مگر یہ نور ان کو کیسے ملا؟ جب وہ اللہ کے محبوب ﷺ کی نسبت میں آئے اور آقا پاک ﷺ نے اپنی نگاہ کے تصرف سے وہ ایمان کا بیج ان کے دلوں میں لگا دیا۔ اور صحبت مصطفیٰ ﷺ نے ان کے باطن کو تزکیہ عطاء کرتے ہوئے تسلیم و رضا کا منبع بنا دیا۔ جب انکے دلوں کو نور کی خوراک ملی تو اسباب نہ ہونے کے باوجود وہ خوشحال اور پرسکون تھے۔ آج بھی جب تک کسی کامل شیخ کی نسبت نصیب نہ ہو اور اندر کی کیفیت تبدیل نہ ہو تو یہ مال و اسباب سکون کے بجائے الٹا پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ کیونکہ سکون کا تعلق اسباب سے نہیں بلکہ اندر کی کیفیت کا نام ہے اور اندر کی کیفیت کسی مرد کامل کی نگاہ سے بدلتی ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

10۔نسبت شیخ کامل گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے:

آج ہر بندہ کہتا ہے میں گنہگار ہوں لیکن کبھی اسے گناہ کا احساس بھی ہوا ہے۔کبھی نفرت ہوئی گناہوں سے؟ گناہ ایک نجس و پلید چیز ہے۔اگر بندے کے اوپر کوئی پلید چیز لگی ہوتو اس سے کتنی کراہت آتی ہے۔کتنی شرمندگی ہوتی ہے۔بندہ جلد از جلد اسے صاف کرنے کو دوڑتا ہے۔لیکن گناہ جو نجس اور پلید ہے کبھی اسکی پلیدی سے بھی کراہت ہوئی ہے؟ یہ گند ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ وہ اس لئے کہ جب ظاہری وجود پر گند لگا ہوتو وہ ظاہری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور نظر آتا ہے مگر گناہ کی پلیدی مخفی چیز ہے جو اندر کی آنکھ سے نظر آنی والی گندگی ہے۔مگر افسوس کہ ہم اندر کے اندھے ہیں۔کسی نابینے کے اوپر جتنی بھی گندگی لگی ہو اسے کبھی اس سے کراہت اور نفرت نہیں ہوتی کیونکہ اسے نظر نہیں آرہی ہوتی۔آج گناہوں سے نفرت اس لئے نہیں ہوتی کیونکہ یہ پلیدی نظر نہیں آتی۔بندہ خود کو گنہگار تو کہتا ہے لیکن گناہوں سے بچتا نہیں۔اس لئے اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا کہ،

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ٥ (پارہ ۱۷ سورۃ الحج ایت ۴۶)

ترجمہ: بے شک تمھاری ظاہری آنکھیں اندھی نہیں بلکہ تمہارے دل اندھے ہیں جو تمہاری سینوں میں ہیں۔

لیکن یہ اندر کی آنکھ اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی روحانی طبیب مل جائے جو اس اندر کی آنکھ کا علاج کرنا جانتا ہو۔اسے شیخِ کامل کہتے ہیں،جب بندے کو ایسے فقیر کی نسبت نصیب ہوتی ہے تو وہ اپنی توجہ سے اس کے دل سے غفلت اور نافرمانی کے پردے اٹھادیتا ہے۔جب اس کے اندر نور آتا ہے تو نور کی روشنی سے بندے کو اپنے اندر کا گند نظر آتا ہے۔پھر اسے گناہوں سے نفرت اور کراہت ہوتی ہے اور بندہ گناہوں کی گندگی کو دھونے میں لگ جاتا ہے۔جب بندے کا تزکیہ نفس ہوتا ہے تو اندر کی آنکھ نصیب ہوتی ہے۔بندہ گناہوں کو دور سے پہچان لیتا ہے۔اسے گناہ پھر گناہ اور

پلیدی کی طرح لگتا ہے۔ جس طرح زکام نزلہ لگا ہو تو اسے خوشبو اور بدبو کا احساس نہیں ہوتا، اور صحت مل جائے تو دور سے خوشبو اور بدبو کو پہچان لیتا ہے۔ اسطرح جب اس کے اندر کی دنیا آباد ہو جائے تذکیہ نفس ہو جائے اللہ کے ذکر کا نور آ جائے تو بندہ گناہ سے دور بھاگتا ہے اور خود بخود نیکی سے پیار ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کہنا نہیں پڑتا بلکہ نیکی خود بخود اس کے اندر راسخ ہو جاتی ہے۔ حرام اور حلال میں تمیز آ جاتی ہے پھر بندہ مال کی حوس میں حلال میں حرام نہیں ملاتا۔ پھر تقویٰ اس کا لباس بن جاتا ہے۔ جب بندے کو رضائے الٰہی نصیب ہو جائے تو پھر یہ دنیا خود چل کر اس کے پاس آتی ہے۔ اس کیلئے نسبت شیخ ضروری ہے جو اس کے اندر سے یہ غفلت دور کرتے ہوئے اس کے اندر کا علاج کرے اور بندہ گناہوں سے دور ہو جائے۔

11۔ جب اللہ سے تعلق نصیب ہو تو عزت و مال پیچھے چلتے ہیں:

آج ہر بندہ عزت و مال کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے، لیکن یہ اس کے ہاتھ نہیں آتے۔ مگر جب بندے کا تعلق اللہ کی ذات سے مضبوط ہوتا ہے۔ بندے کا اعتقاد اسباب پر نہیں بلکہ مسبب پر ہوتا ہے۔ تو یہ عزت و مال ڈھونڈھنا نہیں پڑتے بلکہ خود اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے رزق کائنات میں پھیلا دیا ہے۔ کچھ رزق چل کر بندے کے پاس آتا ہے اور کچھ کیلئے جانا پڑتا ہے۔ جب بندہ پکا تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ جوڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا رزق بھی اور اپنی مخلوق کا رزق بھی اس تک پہنچاتا ہے۔ کیونکہ جب بندے کا تعلق مالک سے بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی محبت مخلوق کے دلوں میں ڈالتا ہے اور مخلوق اس کے پاس آتی ہے۔ اللہ مخلوق کا رزق اس لئے اس کے پاس بھیجتا ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ جب مخلوق اس کے پاس آئے گی تو یہ لنگر بھی کھلائے گا ان کو بیٹھائے گا بھی، اللہ خود ان کا انتظام اپنے بندے کے ذریعے کر دیتا ہے۔ آج کسی بڑے دنیا دار یا وزیر اعظم کے پاس چلے جاؤ، روٹی کا ٹائم ہو تو کوئی اندر نہیں گھسنے دے گا۔ روٹی کھلانا تو دور کی بات ہے۔ مگر کسی اللہ والے کے

پاس چلے جائیں بندے کا دل انکے پاس بیٹھنے کو نہ بھی ہو تو وہ کہے گا لنگر کھا جاؤ۔ اللہ والا وصال کر جائے اس کے مزار پر جاؤ وہاں بھی لنگر مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی عزت بنا کر رکھتا ہے کہ جب یہ زندہ تھا تو بندے اس کے پاس آتے تو یہ کھلاتا تھا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی قبر کی بھی عزت بنا کر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں ڈالتا ہے، دوسرے لوگ آ کر کوئی دیگ دے رہا ہوتا ہے کوئی لنگر تقسیم کر رہا ہوتا ہے، اور عوام کھا رہی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ فقیر کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے بلکہ تھوڑے مال میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ برکت کثرت مال کا نام نہیں ہے۔

12۔ برکت کثرت مال نہیں بلکہ رحمت الٰہی کا نام ہے:

ہر بندے نے برکت برکت کی رٹ لگائی ہوئی ہے کثرت مال ہونے کے باوجود پوری نہیں پڑتی تو بندہ کہتا ہے برکت نہیں ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ برکت ہے کیا چیز؟ برکت کا کوئی وجود تو نہیں کہ یہ نظر آئے۔ اصل میں برکت حلال مال پر اللہ کی رحمت کا نام ہے جب مال میں حرام مل جائے تو رحمت الٰہی اٹھ جاتی ہے اور مال زیادہ تعداد میں ہو کر بھی پورا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ بھیڑ بکریاں بھی ہیں اور کتے بھی ہیں، دونوں کی عمریں ایک جتنی ہیں۔ کتے سال میں تین سے چار مرتبہ بچے دیتے ہیں جنکے بچوں کی تعداد چھ سات سے دس بارہ تک ہوتی ہے۔ بھیڑ بکریوں کو دیکھیں جو سال میں ایک یا زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ بچے دیتی ہیں اور بچوں کی تعداد ایک سے دو ہوتی ہے۔ کبھی شاذ و نادر تین بچے ہو جائیں اس سے زیادہ نہیں ہوتے۔ یہ کھائے بھی زیادہ جاتے ہیں قربانی پر دیکھو کتنے ذبح ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دیکھنے میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ اس کے برعکس جو زیادہ تعداد میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کو کھاتا بھی کوئی نہیں لیکن کبھی کتوں کا ریوڑ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ تو یہ ہے حرام اور حلال کا فرق۔ ہمارے اندر سے برکت ختم ہو گئی ہے کیونکہ ہمارا تعلق جو مالک سے تھا وہ ہم نے چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے رحمت الٰہی ہمارے اور ہمارے مال سے دور ہو گئی ہے۔

اب کثرت مال ہونے کے باوجود پوری نہیں پڑتی اور ہر بندہ پریشان ہے۔ آج ہم نے اللہ کے دین کو کھلونا سمجھ کر بحثیں شروع کر دی ہیں ایک دوسرے کو شیطانی جھگڑوں میں ڈال دیا ہے۔ پہلی چیز بندے کے اندر ایمان کا نور ہے جب بندے کے اندر کی توحید ہی پوری نہیں، اس نے خدا کو خدا کی طرح مانا ہی نہیں، خدا پر یقین ہی پورا نہیں تو پھر بندہ اللہ کی بات کیسے کرتا ہے۔ لیکن یہ ایمان کا نور کتابوں یا باتوں سے بندہ کے اندر پیدا نہیں ہوتا بلکہ یقین کامل فقیر کے سینے کی دولت ہوتی ہے ۔جب بندے کو کسی کامل یقین والے کی نسبت نصیب ہوتی ہے تو پھر بندے کو سچا ایمان نصیب ہوتا ہے۔ جب بندے کو نور ایمان مل جائے تو پھر اس کے اندر یہ نہیں ہوتا کہ مجھے فلاں فلاں چیز نہیں ملے گی تو میں مر جاؤں گا۔ بندے کے اندر یقین کی دولت ہوتی ہے تو جس رب نے مجھے ماں کے پیٹ کے اندر رکھا وہ باہر بھی میرے رزق کا ذمہ دار ہے۔ بندہ خدا کو خدا کی طرح مانے تو سہی، جیسے اس کی شان ہے۔ جب بندے نے کوئی چیز دیکھی ہوئی نہ ہو اور اس کی دوستی کسی سپاہی سے ہو جائے اور اسے سپاہی کے چند اختیارات نظر آئیں تو بندہ کہتا ہے بس یہی کچھ ہے، اور کیا ہوگا۔ مگر جب وزیر اعظم یا صدر کے ساتھ دوستی ہو جائے اور ان کے اختیارات نظر آئیں تو پھر پتہ چلتا ہے اصل تو یہ ہے۔ جب بندے کا تعلق خدا سے بن جائے تو پھر پوری کائنات کے اندر اس کو اختیارات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ جو بغیر تعلق والی توحید ہے یہ اسی طرح ہے جیسے کسی چھوٹے سے لگ جائے چند اختیارات دیکھ کر بندہ کہتا ہے کہ بس یہی ہے باقی تو میں خود کروں گا۔ اگر تعلق اللہ تعالیٰ سے بن جائے اور اس کے اختیارات کی پہچان آجائے اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات نظر آئیں تو پھر دیکھیں کس طرح خدا کی ذات پر یقین پختہ ہوتا ہے، اور توحید مکمل ہوتی ہے۔ اللہ کے ان محبوب بندوں کے لئے اقبال نے کہا۔

ید بیضا لئے پھرتے ہیں آستینوں میں
دامن نچوڑ لیں تو فرشتے وضو کریں

مگر جب تک کسی فقیر کامل کی نسبت نصیب نہ ہوتو یہ ایمان کا نور اور دولت یقین نصیب نہیں ہوتی۔ بندہ ہوس دنیا کے پیچھے سرگرداں پھرتا ہوا اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ زندگی غفلت میں نفسانی خواہشات کے پیچھے گزار دیتا ہے۔ لیکن یہ مکار دنیا ہاتھ نہیں آتی۔ اس لئے حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

پیووا ں کولوں پتر کوہاوئے بٹ دنیا مکاراں ہو

13۔ ہوس دنیا بندے کو تباہ کر دیتی ہے:

دنیا کی ہوس ایسی موذی مرض ہے جو انسان کو خبر بھی نہیں لگنے دیتی اور تباہ بھی کر دیتی ہے۔ ساری زندگی انسان اس کے پیچھے بھاگتا رہے مگر یہ ہاتھ نہیں آتی۔ اس دنیا کی مثال فاحشہ عورت کی طرح ہے جو اپنا حسن و جمال دیکھا کر اپنے پیچھے تو لگا لیتی ہے مگر مقصود پورا نہیں ہونے دیتی۔ اگر بندہ مرد بن کر کھڑا رہے اور اس کی طرح آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے تو اس کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے، پھر وہ کہتی ہے کہ ساری دنیا میرے اوپر مرتی ہے اور یہ کون ہے جو میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا۔ پھر وہ خود اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے، وہ لفٹ نہیں کراتا تو وہ اس کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔ یہ وہ مرد ہے جس کے بارے قرآن میں اللہ پاک نے فرمایا،

رِجَال" لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَة" وَّلَا بَيۡع" عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰه (پارہ 18 سورۃ النور 37)

ترجمہ: مرد وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

اللہ کے نزدیک اس کو مرد کہا گیا ہے ہم کہتے ہیں ہم مرد ہیں۔ اسی بات کو حضرت سلطان باہو، حدیث کے حوالے سے اپنی کتاب عین الفقر میں لکھتے ہیں،

طلب الدنیا مخنث (عین الفقر ۵۴)

جو دنیا کا طالب ہے وہ اخنثی ہے، جس کا مقصود صرف اور صرف دنیا کمانا ہوتا ہے جس کو حرام اور

حلال سے کوئی غرض نہیں ہوتی، وہ اگر جنس کے لحاظ سے مرد ہی ہو حقیقت میں وہ اخنثی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مردوہ ہے جو ذکر الٰہی میں اس طرح کھو جائے، کہ دنیا کی کوئی چیز اس کو غافل نہ کر سکے۔ اگر کسی بندے کو کوئی کہے اخنثی، تو اس کو بڑا غصہ آتا ہے۔ شکل وصورت سے اگر وہ مرد بھی ہو تو اگر اعمال اخنثوں کی طرح ہیں تو کیوں برا لگتا ہے؟ ہمارے اندر کون سی مردانگی ہے؟ اس لئے آقا پاک ﷺ نے فرمایا،

طالب المولیٰ مذکر (عین الفقر از سلطان باہو ۵۴)

مرد تو وہ ہے جس کی سوچ اور فکر میں ہر وقت اللہ کی ذات ہو، یعنی وہ اللہ کی ذات کا طالب ہو۔ آج ہم نے خود اپنے آپ کو تباہ کر دیا ہے، خود کو بھول میں ڈال رکھا ہے۔ اپنے لئے خود غم پالتے ہیں اور پھر خود اس کا علاج کرتے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جس طرح بندے کے سر میں درد ہو تو وہ ڈسپرین کی گولی کھالے وقتی درد تو ختم ہو جاتا ہے، لیکن بیماری اندر دب جاتی ہے۔ آج ہماری بھی خواہشات پوری نہیں ہوتیں، ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دوسری جنم لے لیتی ہے، تو سارے سکون کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اندر کا کام سیٹ ہو جائے تو پھر ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ جب تک دل کی آنکھ نہ کھلے اندر کی صفائی نہ ہو تو اس وقت تک اس درد کی سمجھ نہیں لگتی۔ اللہ کا ذکر جب بندے کے اندر اللہ کا نور پہنچاتا ہے تو پھر اندر کی کیفیت تبدیل ہوتی ہے۔ تمام بیماریوں کی دوا اللہ کا ذکر ہے جو اس کے اندر نور پیدا کرتا ہے۔ اگر آج ہمارے سامنے ذات مصطفیٰ ﷺ ان ظاہری آنکھوں سے نظر آئے تو جس نے کلمہ پڑھا ہو اور سر سے پاؤں تک ایک سنت سے بھی ہٹا ہوا ہو، کیا کوئی جا کر آقا پاک ﷺ سے مل سکتا؟ داڑھی سنت ہے اور سر پر عمامہ بھی سنت ہے، یہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ آج ہمیں سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے؟ مجنوں کو شرم نہیں آتی تھی، ساری دنیا کہتی تھی پاگل ہے۔ وہ کہتا تم نے میری لیلیٰ دیکھی جو نہیں۔ جب دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ آجائے

پھر بندہ کہتا ہے آپ کو کیا پتا سنت کیا ہے؟ پھر اپنے محبوب کی سنت میں بندے کو لذت محسوس ہوتی ہے مگر عشق زبانی نہ ہو بلکہ حقیقی عشق منافقت سے پاک ہو۔ پھر جب بندہ محبت رسول ﷺ میں فخر سے سنت رسول ﷺ پر عمل کرتا ہے تو لوگ مذاق نہیں اڑاتے بلکہ حیرانگی سے کہتے ہیں دیکھو کیسے یہ بندہ حضور ﷺ کے رنگ میں ماڈل نظر آتا ہے۔ جب دل میں عشق آ جائے تو پھر چھوٹا بچہ ہو یا بوڑھا اپنے محبوب کے رنگ میں خود بخود اسی طرح رنگا جاتا ہے۔ آج ہم کس کو خوش کر رہے ہیں؟ کوئی ہے جو محبوب ﷺ کی ذات کے علاوہ ہمارے کام آئے؟ تو پھر کیوں محبوب خدا ﷺ کو چھوڑ کر دوسروں کو خوش کر رہے ہیں؟ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر پورے محلے کو خوش کرتی ہے۔ کیا مرد اس کے ساتھ ہوتا ہے؟ ہم اپنے کردار پر غور کریں تو کیا ہم اس فاحشہ سے کم ہیں، اس لئے قرآن نے کہا،

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (پارہ 9 سورۃ الاعراف آیت 179)

شکل وصورت کے لحاظ سے تو مرد ہیں لیکن ہیں چوپایوں سے بھی بدتر، تو آج ہم نفسانی خواہشات کے پیچھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔ یہ نفسانی خواہشات ہی تو ہیں جس نے ہمیں اپنے مقصد حیات سے غافل کر دیا ہے اور انسان اپنے مالک کی رضا سے محروم اپنی خواہشات میں گم ہے۔

14۔ نسبت شیخ اور رضائے الٰہی کا حصول:

آج ہر بندہ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق خدا کو راضی کرنے میں لگا ہوا ہے۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا کو راضی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکو

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (پارہ ۳۰ سورۃ البینہ ایت ۸)

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، کی سند عطا کی۔

ان کو دیکھیں کے ان کی زندگیاں کیسی تھیں۔ اور وہ لوگ کس رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ کیا ہماری زندگیاں اس طرح ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ہم کس رضا کی بات کرتے ہیں؟ ہم صرف اور صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ وہ لوگ کون تھے؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے محبوب خدا ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اپنی مرضی کو چھوڑ کر محبوب خدا کی مرضی اور رنگ میں رنگے گئے۔ اللہ پاک نے قرآن کریم میں چودہ بندرہ جگہ پر ان کیلئے یہ سند دی، کہ وہ اللہ پر راضی ہوئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ آج ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں کیا ہم خدا پر راضی ہیں؟ ہر بندے کو خدا پر گلے اور شکایات ہیں۔ جس کو دیکھو کہتا ہے میرے ساتھ فلاں ہو گیا۔ میرا دل اس طرح گھبراتا ہے۔ کیا مالک ظالم ہے (نعوذ باللہ) کہ اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے؟ تجھے اتنا بڑا بنایا۔ اسے یہ نہیں پتہ کہ وہ گلہ کس کے اوپر کر رہا ہے۔ اگر مالک انسان کے بجائے جانور بنا دیتا تو بندہ کیا کر سکتا تھا۔ کیا یہ مالک کا تھوڑا احسان ہے کہ اس نے انسان پیدا فرمایا ہے؟ اب انسان بندہ بن کر تو دکھائے۔ اگر بندہ بن جائے تو پھر دیکھیں مالک کا کس طرح دست رحمت (بلا کیف) بندے کے سر پر ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے بندے میں تو پہلے سے تیری طرف متوجہ ہوں تو اپنا رخ تو میری طرف کر کے دیکھ۔ کیونکہ یہ اللہ کی شان کا تقاضا ہے اس مالک کو یہ پروا نہیں کہ کوئی اس کو مانے تو وہ دے گا، اور جو نہ مانے اسے نہیں دے گا۔ مالک تو اپنی صفت سے ہر کسی کو دے رہا ہے۔ کیونکہ مالک کے خزانے میں کمی نہیں آتی۔ اگر وہ کسی کو اربوں کے حساب سے دے دے، تو بھی اس کے خزانے میں کمی نہیں آتی۔ مگر بندے کو پتا نہیں ہوتا کہ جس چیز کی وہ طلب کر رہا ہے وہ اس کیلئے کتنی بری ہے مگر اللہ جو بھلا کرنے والا ہے اُسے تو پتا ہوتا ہے۔ بندے کیلئے کیا چیز بری ہے اور کیا چیز اچھی ہے۔ اگر بندے کا کوئی کام نہ ہو تو کہتا ہے کہ میرا فلاں کام خراب ہو جاتا ہے مگر اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ بھلا کرنے والا مالک پتا نہیں تجھے کس کام سے بچا رہا ہے۔ بندہ ایک مرتبہ اس ذات پر یقین تو کرے پھر دیکھے

مالک کی رحمت کس طرح اس پر برستی ہے۔ مگر انسان اپنے خواہشات کی ہوس میں اس چیز کے پیچھے پڑا ہوا ہے جو اس کیلئے تباہی کا باعث بنتی ہے، اور ہوس دنیا کیوجہ سے خود کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ اگر ڈاکٹر کسی چیز سے منع کرے تو بندہ رک جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حرام نہ کھا، اپنے قول و فعل میں حرام شامل نہ کر، کہ یہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔ بندہ خدا کی بات ماننے کو تیار نہیں، کیونکہ یہ اس کی طبیعت کے خلاف ہے اس لئے اقبال نے کہا،

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آج اگر بندے کو شوگر ہو جائے تو وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، ڈاکٹر کہتا ہے میٹھا نہیں کھانا، پراٹھا نہیں کھانا، پھل میٹھے نہیں کھانے یہ تیرے لئے نقصان دہ ہیں تو بندہ اچھی بھلی نعمتیں جو حلال ہیں چھوڑ دیتا ہے۔ اور اللہ نے تو صرف حرام اور نقصان دہ چیزوں سے جو بندے کیلئے نقصان دہ ہیں منع کیا ہے۔ مگر اللہ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے تو بندہ تباہ و برباد نہ ہو تو اور کیا ہوگا؟ یہ وہی خواہشات ہیں جو انسان کو اپنی مقصد حیات کی طرف نہیں آنے دیتی۔ جب انسان اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر قربان کر دیتا ہے تو پھر اس کا ہر لمحہ، حتیٰ کہ کھانا پینا، سونا اور جاگنا عبادت بن جاتا ہے۔ پھر بندے کا کوئی بھی کام عبادت سے خالی نہیں ہوتا۔ شرط یہ ہے کہ اپنی طبیعت کو اس کی رضا میں ڈال دے مگر یہ ایسے نہیں ڈھلتی۔ جب تک کوئی رہبر راہنما نہ ملے جو اس کے اندر اتباع رسول ﷺ کا بیج لگا کر اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے راستے پر چلائے جب بندے کو ایسے راہبر کی رفاقت نصیب ہوتی ہے تو بندہ خود بخود اتباع رسول ﷺ میں آجاتا ہے۔ تو حضور ﷺ کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جو عبادت سے خالی ہو۔ بندہ جب اتباع میں آتا ہے تو اس کا بھی ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے جو کہ تخلیق انسانیت کا مقصد ہے۔

اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے،

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (پارہ نمبر 3 آیت نمبر 31)

ترجمہ: پس تم میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

کیونکہ اللہ پاک کو اپنی محبوب ﷺ کی ہر ادا سے پیار ہے جب بندہ اس مالک کے محبوب ﷺ کی اداؤں کو اپناتا ہے تو اللہ ان کے صدقہ سے بندہ سے پیار کرتا ہے۔ اور نہ صرف اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اس سے پیار کرتی ہے، اور اتباع رسول ﷺ پر چلتے ہوئے بندہ سلوک کی منازل کو طے کرتا ہوا قرب الٰہی حاصل کرتا ہے۔ مگر اس کیلئے کسی آقا ﷺ کے سچے غلام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو بندے کی طبیعت سے خواہشات نفس کو نکال کر اس کی طبیعت کو رسول خدا ﷺ کی طبیعت میں ڈال دے اور یہ توجہ شیخ کامل کے بغیر ناممکن ہے۔ جب بندے کو کسی کامل فقیر کی صحبت نصیب ہوتی ہے تو پھر انسان کو تزکیہ نفس نصیب ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنی خواہشات کو چھوڑتا چلا جاتا ہے اور محبوب خدا ﷺ کے رنگ میں رنگتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ مبارک رنگ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے صبغتہ اللہ فرماتے ہوئے اپنا رنگ کہا ہے۔ یہ رنگ بھی مرشد کامل کی صحبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ جب مرشد کامل مل جائے، اور انسان کے باطن کا تزکیہ ہو جائے تو پھر اتباع بھی مل جاتی ہے۔ اتباع رسول ﷺ سے ہی رضائے الٰہی اور قرب خدا ملتا ہے۔

جس وقت اللہ رب العزت بندے پر راضی ہوتا ہے تو اسے اپنی بارگاہ کا قرب عطا کرتا ہے۔

حدیث قدسی میں:

وما یزال عبدی یتقرب التی بالنوافل حتیٰ احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصرة الذی یبصر به ویده التی یبطش لبها و رجله التی یمشی لبها .وان سالنی لا عطینه. (بخاری فی کتاب الدقاق باب التواضع 6502)

جب بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پھر جب بندہ سوال کرتا ہے تو میں ضرور ضرور عطا کرتا ہوں۔

لیکن یہ مقام قرب مرشد کامل کی نسبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ جب مرشد کامل ملتا ہے تو بندہ اتباع رسول ﷺ کے رنگ میں رنگتا چلا جاتا ہے۔ اور اتباع رسول ﷺ کے صدقے سے بندے کو قرب خدا ملتا ہے۔ اتباع رسول ﷺ بندے کو ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادات میں رکھتی ہے حتیٰ کہ اسکا رفع حاجت کیلئے جانا، کھانا پینا۔ معاملات خواہ بیوی بچوں سے ہوں یا دوسرے لوگوں سے، عبادت بن جاتے ہیں۔ جب طریقہ مصطفےٰ ﷺ کے مطابق ہوں۔ یہ کامل محبت اور اتباع رسول ﷺ مرشد کامل اور اتباع مرشد سے نصیب ہوتی ہے۔

اس لئے میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

راہ دے راہ دے ہر کوئی آکھے، میں وہ آکھاں راہ دے

بن مرشد دے راہ نیں ملدا، رل مرسیں وچ راہ دے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ مالک قادر مطلق ہمیں ان سچے لوگوں کی سنگت میں استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنے محبوب ﷺ کی حقیقی اور سچی اتباع کرنے کی توفیق دے۔ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے سے ہمیں اپنی معرفت وقرب عطا فرمائے۔ آمین

For More Books Click
On Ghulam Safdar
Muhammadi Saifi